گوشۂ فقہاء

امام ابو حامد اسفرائنی

شیخ العراق، صدر نشین مسند فقہائے عراق، مرکز نجابت و شرافت اور یکتائے زمانہ امام ابو حامد اسفرائنی کی شان اسی سے ظاہر ہے کہ ان کو شافعی ثانی کہا گیا۔

نام و نسب :

ان کا پورا نام و نسب اس طرح ہے۔ احمد بن ابی طاہر محمد بن احمد، ابو حامد کنیت ہے اور اسی سے وہ مشہور ہوئے[۱]۔ اسفرائنی نسبت وطنی ہے اور یہ ان کے نام کا ایسا جز ہوئی کہ جب مطلق اسفرائنی لکھا جاتا ہے تو امام ابو حامد اسفرائنی ہی مراد ہوتے ہیں[۲]۔

ولادت اور تعلیم :

وہ ۳۴۴ھ / ۹۵۵ء میں اسفرائن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ لیکن تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۷ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا تھا[۳]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم شروع سے عمدہ اور اعلیٰ خطوط پر ہوئی۔ اسفرائن کی بستی اہل علم و فضل سے معمور تھی۔ اس لئے حصول علم میں دشواریاں بھی حائل نہ ہوئی ہوں گی۔ مشہور محدث ابراہیم بن محمد بن عبدک[۴] کا قیام مستقلاً وہیں تھا۔ روایتوں سے ظاہر ہے کہ ان سے امام اسفرائنی نے سماعت و روایت حدیث کی[۵]۔

بغداد میں آمد :

ابن اثیر نے لکھا کہ وہ کم عمری میں بغداد آئے[۶]۔ العبر کے الفاظ میں وہ بچپن میں بغداد آئے[۷]۔ یہی الفاظ ابن عباد کے بھی ہیں[۸]۔ سمعانی و ابن الجوزی کے بقول وہ نوجوانی میں

۱۔ تہذیب الاسماء اللغات : جلد صفحہ ۲۰۸۔
۲۔ روضات الجنات : محمد باقر موسوی خوانساری صفحہ ۴۰۔
۳۔ طبقات و ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۶۱۔
۴۔ ابن خلکان نے عبدل لکھا ہے، وفیات جلد اول صفحہ ۳۳۔
۵۔ تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ ۳۶۸۔
۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۔
۷۔ العبر فی خبر من غبر جلد سوم صفحہ ۹۳۔
۸۔ شذرات الذہب جلد سوم صفحہ ۱۷۸۔

آئے[۱]۔ اور امام سبکی کے الفاظ میں وہ جوانی میں بغداد تشریف لائے[۲]۔ اور یہی زیادہ واضح قول ہے کیونکہ خود امام اسفرائنی نے ایک موقع پر کہا کہ "میں ۳۴۴ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶۴ھ میں بغداد آیا[۳]۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ۲۰ برس کی عمر میں بغداد آگئے تھے۔

حصول تعلیم :

ان کے خاص شاگرد امام سلیم[۴] بن ایوب رازی نے ان کے حالات میں لکھا کہ انہوں نے اپنی تعلیم پر بہت توجہ دی۔ شروع میں معاشی حالت سقیم تھی اس لئے ایک گھر کی دربانی کی خدمت انجام دی اور اسی ملازمت کے دوران وہ اپنے شوق علم کی پاسبانی بھی کرتے رہے۔ راتوں کو وہ چوکیداری کرنے کے ساتھ دروازہ پر رکھے ہوئے چراغ کی روشنی میں اسباق کا مطالعہ کرتے اور پاسبانی کی اجرت سے ضروریات زندگی کو پورا کرتے۔

وکان یحرس فی درب و کان یطالع الدرس علی زیت العرس[۵] ویا کل من اجرۃ الحرس[۶]۔

اساتذہ :

انہوں نے فقہ کی تعلیم مشہور فقیہہ امام ابوالحسن علی بن احمد ابن المرزبان بغدادی سے حاصل کی۔ لیکن یہ مدت بڑی مختصر رہی کیونکہ ۳۶۶ھ ہی میں شیخ ابن المرزبان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد انہوں نے دوسرے امام وقت ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبداللہ دارکی (م ۳۷۵ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اور نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کیں۔ **ولم یزل تترقی بہ الاحوال**[۷]۔ ان کے علاوہ انہوں نے بغداد کے اور فقہاء اور ائمہ سے بھی تعلیم حاصل کی[۸]۔ علم کی جستجو اور اس میں انہماک ان کی زندگی تھی۔ انہوں نے یکسو ہو کر اپنے شیوخ سے اس طرح استفادہ کیا کہ تنگی داماں کی شکایت نہ رہی، وہ خود

۱۔ انساب جلد اول صفحہ ۳۴۔
۲۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۵
۳۔ نجم البلدان جلد اول صفحہ ۲۲۹۔ المنتظم جلد ۷ صفحہ ۲۷۷۔
۴۔ صاحب روضات الجنات نے سلیمان بن ایوب لکھا جو صحیح نہیں ہے صفحہ ۴۸۔
۵۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔
۶۔ تہذیب الاسماء جلد دو صفحہ ۲۱۰۔
۷۔ البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۔
۸۔ طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۶۱۔

فرماتے تھے کہ جب بھی کسی علم و نظر کی مجلس سے اٹھا تو یہ احساس نہ ہوا کہ جو کچھ مجھے یاد رکھنا چاہئے تھا وہ یاد نہ رکھ سکا[۱]۔ علوم حدیث میں انہوں نے امام ابن عبدک اسفرائنی کے علاوہ امام عبداللہ بن عدسی، امام ابوبکر اسماعیل جرجانی، امام ابوالحسن دارقطنی سے اکتساب فیض کیا۔ گوانہوں نے احادیث کی روایت کم کی[۲]۔ مگر علوم حدیث میں بھی اس درجہ کو پہنچے کہ امام اصحابِ حدیث کہلائے[۳]۔

جلالت شان :

نامور محدثین و فقہاء سے استفادہ کے بعد وہ علم و فضل کے اس مقام بلند پر فائز ہوئے کہ ان کو یکتائے روزگار کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ حتی صاراوحدوقتہ[۴]۔ وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز اور سب کا مرجع وماوی بن گئے[۵]۔ شیخ ابواسحاق شیرازی نے لکھا کہ مکتب شافعی کی ریاست ان پر ختم تھی[۶]۔ دین و دنیا کی جامعیت و ریاست کا تذکرہ تقریباً سبھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ امام سبکی نے ان کا ذکر شیخ طریقہ العراق، حافظ المذہب، امام مذہب، علم کا کوہ رفیع اور امت کے جید ترین عالم وغیرہ جیسے پر شکوہ الفاظ و تعبیرات سے کیا ہے[۷]۔

عوام و خواص اور علماء و ملوک سب کی نظروں میں وہ صاحب وجاہت تھے بلکہ خطیب بغدادی کے الفاظ میں ان کا رعب ودبدبہ بڑی شان کا تھا[۸]۔ ان کی وجاہت اور دبدبہ و شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک بار انہوں نے خلیفہ وقت کو لکھا کہ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس منصب جلیل پر فائز کیا ہے اس سے آپ مجھے معزول نہیں کر سکتے۔ جبکہ مجھے یہ طاقت بخشی گئی ہے کہ میں خراسان سے چند الفاظ لکھ کر آپ کو خلافت کے عہدہ سے سبکدوش کر سکتا ہوں[۹]۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وہ جلیل و قلیل تھے[۱۰]۔ امام نووی کی رائے یہ

۱۔ وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۳۳۔
۲۔ تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ ۳۶۹۔
۳۔ روضات الجنات صفحہ ۴۸۔
۴۔ انساب جلد اول صفحہ ۳۴۔
۵۔ روضات الجنات صفحہ ۴۸۔
۶۔ طبقات شیرازی صفحہ ۱۰۳۔
۷۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۴۔
۸۔ تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ ۳۶۸۔
۹۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔
۱۰۔ البدایہ والنہایہ جلد دو صفحہ ۳۔

ہے کہ امام اسفرائنی ہی سے عراق کے شوافع کے مسلک کو فروغ عام حاصل ہوا[۱]۔ امام یافعی نے اما الجلیل الفاضل کے الفاظ کے علاوہ مقر النجابة و الفضائل (نجابت وشرافت اور خوبیوں کے مرکز) کے توصیفی الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر کیا[۲]۔ اپنے زمانہ میں احناف کے امام اور نامور فقیہ امام ابوالحسین قدوری ان کے ہم عصر تھے اور باوجود معاصرت اور اختلاف مسلک کے وہ امام اسفرائنی کی بہت تعظیم کرتے اور سارے فقہائے عصر پر ان کو فوقیت دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر شافعیہ میں اور کوئی فقیہ نہیں دیکھا[۳]۔

ایک اور قول میں انہوں نے فرمایا کہ امام ابو حامد میرے نزدیک امام شافعی سے بھی زیادہ صاحب فقہ اور صاحب نظر تھے[۴]۔ جب شیخ ابو اسحٰق شیرازی نے یہ سنا تو فرمایا کہ یہ امام قدوری کا اپنا خیال ہے، کچھ لوگوں نے اس قول میں امام شافعی کی شخصیت سے احناف کے تعصب کی جھلک محسوس کی، اس لئے یہ کہا گیا کہ جہاں تک امام شافعی جیسا ہونے کی بات ہے تو بقول شاعر[۵]۔

نزلوا بمكة في قبائل نوفل و نزلت بالبيداء ابعد منزل

امام قدوری کی نیت جو بھی رہی ہو اس سے قطع نظر بعض دوسرے حضرات شوافع نے بھی امام اسفرائنی کو شافعی ثانی لکھا ہے[۶]۔ یہ بھی لکھا گیا کہ امام شافعی اگر ان کو دیکھتے تو خوش ہوتے[۷]۔

ایک دوسرے نامور حنفی فقیہ امام عبداللہ صیمری نے بھی امام اسفرائنی کی جلالت علمی کے اعتراف میں کہا تھا کہ میں نے امام ابو حامد اور امام ابوالحسن خزری داؤدی سے بڑھ کر کسی اور فقیہ کو نہیں دیکھا[۸]۔ امام نووی کے شیخ عمرو ابن الصلاح نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی مشہور حدیث ہے:

ان اللّٰہ عزوجل یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة

۱۔ تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔
۲۔ مرآة الجنان جلد سوم صفحہ ۱۵۔
۳۔ المنتظم جلد ۷ صفحہ ۲۷۷۔
۴۔ طبقات شیرازی صفحہ ۱۰۳۔
۵۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔
۶۔ طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۲۱۔
۷۔ تاریخ بغداد و وفیات بحوالہ سابقہ۔
۸۔ تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔

من یجدد لہا دینہا۔ (کتاب الملاحم، سنن ابی داؤد)

بعض علماء نے لکھا کہ چوتھی صدی میں اس حدیث کا مصداق امام ابو حامد اسفرائنی ہیں۔ ان سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام شافعی اور امام ابن سریج کو پہلی، دوسری اور تیسری صدیوں کا مجدد ملت قرار دیا گیا تھا[۱]۔

ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور زیادہ صراحت کے ساتھ لکھا کہ امام ابو حامد، بقول شافعیہ، چوتھی صدی کے مجدد ہیں، احناف، ابو بکر محمد بن موسیٰ خوارزمی کو مالکیہ، ابو محمد عبدالوہاب بن نصر کو حنبلیہ ابو عبداللہ حسین بن علی حامد کو اور فرقہ امامیہ کے لوگ شریف مرتضیٰ موسوی کو اپنے اپنے نقطۂ نظر سے چوتھی صدی کے مجدد مانتے ہیں[۲]۔

بہر حال یہ طے ہے کہ ان کے تمام ہم عصروں کو ان کی جلالت علمی، فضیلت اور نکتہ سنجی و نکتہ آفرینی پر اتفاق تھا[۳]۔ شیخ شیرازی اور ابن خلکان نے لکھا کہ جودت فقہ، حسن نظر اور نظافت علم میں ان کے تقدم و فضیلت پر مخالف و موافق سب متفق تھے[۴]۔ امام سبکی جن کے تبصرے اپنی جامعیت کے لحاظ سے بہت خوب ہوتے ہیں، لکھتے ہیں کہ تصانیف کی شہرت، تلامذہ کی کثرت اور اقوال کی وسعت کے لحاظ سے فقہاء شافعیہ میں ابن سریج کے بعد، امام ابو حامد جیسا کوئی اور نہ ہوا، بہت سے ائمہ مسلک ایسے ہیں جو ان سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔ مگر مذکورہ خوبیوں کے وہ بیک وقت ایسے جامع نہیں جیسے امام ابن سریج اور امام ابو حامد ہیں[۵]۔

تقویٰ اور خدا ترسی :

ان کی وجاہت دینی و دنیوی کا ذکر خاص طور سے کیا جاتا ہے۔ علماء و فضلاء کے علاوہ اعیانِ سلطنت ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، فخر الملک ابو غالب ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے مگر امام اسفرائنی کی زندگی تقویٰ، ورع اور زہد کا نمونہ تھی۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ درس و تدریس کے لئے وقف تھا۔

۱۔ تہذیب الاسماء جلد سوم صفحہ ۲۱۰۔
۲۔ روضات الجنات صفحہ ۴۸۔
۳۔ مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۱۶۔
۴۔ طبقات شیرازی و وفیات حوالہ سابق۔
۵۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۹۔

ہر آن وہ مواخذہ نفس کا عمل پیش نظر رکھتے، کلام کی دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں وہ اس کا بڑا لحاظ رکھتے کہ کہیں کوئی نامناسب بات زبان سے سرزد نہ ہو۔ زبان کی لغزش پر خاص توجہ تھی۔ سبقت لسانی پر بھی اپنا احتساب کرتے۔

ایک بار مناظرہ کے دوران زبان سے کوئی ایسی بات نکلی جو نامناسب تھی، بعد میں اس کا احساس ہوا تو اسی دن فریق مخالف کے پاس معذرت کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور یہ شعر پڑھے:

جفاء جری جهراً لدی الناس وانبسط   وعذراتی سراً فاكد ما فرط

ومن ظن ان يمحو جلی جفائه   خفی اعتذار فهو فی اعظم الغلط

دوسروں کو بھی انہی باتوں کی تلقین کرتے، چنانچہ ایک بار طاہر عبادانی سے یہ فرمایا کہ جدل و مناظرہ کی مجلسوں میں میری تمام باتوں کو زیادہ اہتمام سے نقل نہ کرو، اس لئے کہ اس قسم کی مجالس میں مقصد، فریق مخالف کو قائل و مغلوب کرنا ہوتا ہے یا پھر اس کو مغالطہ و غلط فہمی میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی نیت کم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو ان چرب زبانیوں کے مقابلہ میں خاموشی و سکوت کہیں زیادہ بہتر ہے اور حق تو یہ ہے کہ اگر ہمارا زیادہ وقت ایسے مشغلوں میں صرف ہوتا رہا تو ہم اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوں گے یہ اور بات ہے کہ اس کی رحمت ہماری دست گیری کرے۔

امام سبکی نے اس قول پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے کہ امام ابو حامد اسفرائنی کے مذکورہ قول سے خود ان کے اخلاص کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ خدا کی رحمت کے آرزومند ہیں۔ یہ آرزو برحق ہے کیونکہ ان کی مجالس بحث و جدل اور مناظروں کا مقصد، علم کی نشر و اشاعت، طلب علم کی تحریص اور اقامت حجت کی تعلیم ہے اور اہل حق کی نظر میں یہ قابل قدر ہے اور اس کی برکت اور اس کا نفع و فیض جاری ہو کر رہتا ہے۔ بقول امام سبکی یہ امام ابو حامد اسفرائنی کے اخلاص اور پاکیزگی نیت کا ثمرہ تھا کہ جس قدر علم ان کی شخصیت کے ذریعہ سے عام ہوا اتنا انکے اور کسی ہم عصر یا بعد میں آنے والوں سے نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے علم سے ایک جہاں آباد کر دیا۔ امام سبکی کے الفاظ یہ ہیں:

كتب عنه من العلم مالم يكتب نظيره عن احد بعده فللّه هذا الاخلاص فی هذا الكثره فانه طبق الدنيا بعلمه

علم جتنا ان سے حاصل کیا گیا اسکی نظیر انکے بعد بھی نہیں ملتی، اس
کثرت نفع میں اخلاص شامل تھا اسی لئے وہ اپنے علم سے دنیا پر چھا گئے

امام اسفرائنی کی یہ فیاضی اور سخاوت صرف علم کی دولت ہی سے خاص نہ تھی، ان کے پاس کثرت سے تحفے اور ہدیئے آتے رہتے تھے اور یہ سب کے سب مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیئے جاتے۔ بعض نادار شاگردوں کو وہ ہر ماہ ۶۰ ادینار دیتے تھے۔

ایک موقع پر انہوں نے حج کے ایک خواہشمند کو ۴ اہزار دینار دیئے[۱]۔

ذکر و شکر :

ایک بار انہوں نے مشہور شاعر ابو الفرج داری صاحب استذکار کی عیادت کی تو داری نے یہ اشعار کہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ داری نے مجھے یہ اشعار سنائے تھے[۲]۔

مرضت فارنحت الی عائد فعاد فی العالم فی واحد
ذاک الامام ابن ابی طاہر احمد ذوالفضل ابو حامد

جلوتوں کے علاوہ خلوت میں بھی زبان ذکر الٰہی میں مشغول رہتی، قلم ہاتھ سے رکھ دیتے تو قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگتے یا پھر تسبیح کا ورد کرتے۔ راستہ سے گزرتے وقت بھی تسبیح و تحمید سے زبان تر رکھتے[۳]۔

ایک وقت وہ تھا جب تلاش معاش میں وہ گھروں کی چوکیداری کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے ان کو نوازا تو انہوں نے مصر سے امام شافعی کی کتاب امالی سو دینار میں خریدی[۴]۔ عیسیٰ بن ملامس نے ان کو موسم حج میں مکہ میں دیکھا کہ شاہانہ پوشاک ان کے زیب تن ہے اور ان کی سواری بھی نہایت قیمتی ہے۔ وہ طواف کرتے اور لوگ تعظیم میں ان کی جلو میں رہتے۔ ایک ایسی ہی موقع پر قاری نے یہ آیت تلاوت کی کہ :

تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا

اسے سن کر وہ بہت روئے اور فرمایا کہ اے رب! ہم علوو سربلندی

۱۔ طبقات کبریٰ حوالہ سابق =۔
۲۔ تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ ۲۰۹۔
۳۔ تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ ۳۶۸۔
۴۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔

چاہتے ہیں، فساد نہیں چاہتے۔

اماالعلو یارب فقد اردنا ہ واما الفساد فَلَم نردہ[۱]۔

بعض مروی احادیث :

اوپر گزر چکا ہے کہ انہوں نے نامور محدثین سے سماعت و روایت حدیث کی، اگرچہ ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے مگر وہ ثقہ تھے اور طبقہ محدثین میں بھی درجہ امامت رکھتے تھے۔ امام خطیب بغدادی نے محمد بن احمد بن شعیب رویانی کے سلسلہ سے ان سے یہ حدیث بیان کی لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالما جئت بہ[۲]۔

امام سبکی نے بھی ان سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے۔اس کے سلسلہ اسناد میں ان کے شیخ ابراہیم بن محمد بن عبدک وغیرہ ہیں جنہوں نے حضرت نعمانؓ بن بشیر سے یہ روایت کی ہے :

> سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحلال بین والحرام بین و بین ذلك امور مشتبہ لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی الحرام کان او فی لدینہ و عرضہ و من وقع فی الشبہ وقع فی الحرام کالراعی حول الحمی وان حمی اللہ فی الارض محارمہ و من یرتع حول الحمی وان حمی اللہ فی الارض محارمہ و من یرتع حول الحمی یوشك ان یجسہ[۳]۔

تلامذہ ورواۃ :

وہ منارۂ علم تھے، ان سے روشنی حاصل کرنے والوں کی تعداد بیشمار ہے۔ بقول امام شیرازی ”زمین ان کے شاگردوں سے معمور تھی“ طبق الارض بالاصحاب[۴]۔

ابن شہبہ نے لکھا کہ پورے عالم اسلام میں ان کے شاگرد موجود تھے لیکن بغداد کے

۱۔ لیکن امام سبکی نے اس واقعہ کے متعلق حج کا ذکر نہیں کیا صرف یہ لکھا ہے کہ ایک بار ان کی مجلس میں یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے مذکورہ جملہ کہا۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔

۲۔ تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ ۳۶۹۔

۳۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۷۔

۴۔ طبقات شیرازی صفحہ ۱۰۳۔

فقہاء اور ائمہ نے تو عام طور سے ان سے اکتساب فیض کیا[1]۔ ان کی ایک ایک مجلس میں تین سو طالبین علم تو عام طور سے شریک ہوا کرتے۔ کبھی کبھی یہ تعداد سات سو تک پہنچ جاتی[2]۔ وہ عام طور سے مسجد عبداللہ بن مبارک میں درس دیتے تھے۔ یہ مسجد قطیعۃ الربیع کے قلب میں واقع تھی[3]۔ اوپر امام سبکی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ شاگردوں کی کثرت میں امام ابن سریج کے بعد امام ابو حامد جیسا اور کوئی نہ ہوا۔ ان کے شاگردوں کی اس کثرت کو دیکھتے ہوئے۔ ان کے نام شمار نہیں کئے جا سکتے، تاہم ان کے نامور شاگردوں میں سے بعض کے نام یہاں نقل کئے جاتے ہیں کہ ان شاگردوں کی جلالت علمی سے استاد کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

فقہ کے علوم حاصل کرنے والوں میں اقضی القضاۃ امام ابو الحسن ماوردی صاحب الحاوی، قاضی ابو الطیب طبری، ابو علی سنجی اور ایک روایت کے مطابق امام قفال مروزی اور ابو الحسن احمد محاملی اور سلیم بن ایوب رازی ہیں۔

قاضی ابو الطیب طبری برابر ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، انہوں نے بعض مسائل میں اپنے استاذ کی تعقیب بھی کی[4]۔

ابو الحسن محاملی ان کے خاص شاگرد تھے۔ شریف مرتضٰی موسوی کا قول ہے کہ ایک بار یہ دونوں استاد شاگرد میرے پاس آئے تو امام اسفرائنی نے فرمایا کہ یہ محاملی ہیں اور حفظ فقہ میں مجھ سے بہتر ہیں[5]۔ لیکن جب محاملی نے اپنی مشہور کتاب المقنع لکھی تو امام اسفرائنی نے اس سے سخت اختلاف کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس کتاب میں بے اعتدالیاں ہیں اور اس کا نقطہ نظر جمہور سے الگ ہے اور اس سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ وہ مسلک شافعی اور علم اختلاف الفقہاء سے بے رغبت ہو جائیں گے۔ اسی لئے انہوں نے محاملی کو اپنی مجلس میں آنے سے روک دیا۔ چنانچہ وہ اگرچہ ان مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے تاہم کوشش کرتے تھے کہ دوسرے ذرائع سے مجالس کی بحثوں سے واقف ہو جائیں[6]۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام اسفرائنی نے ناراض ہو کر بد دعا دی کہ محاملی نے میری کتابوں کو قطع کیا ہے،

۱۔ طبقات شہبہ جلد سوم صفحہ ۱۶۱۔
۲۔ طبقات کبرٰی جلد سوم صفحہ ۱۲۶ العرج صفحہ ۹۲۔
۳۔ المنتظم جلد صفحہ ۲۷۷۔
۴۔ طبقات کبرٰی جلد دوم صفحہ ۲۹۔
۵۔ تہذیب الاسماء واللغات جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔
۶۔ ایضاً

خدا ان کی عمر کو قطع کرے۔ بتر کتبی بتر الله عمره [1]۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد محاملی کا انتقال ہوگیا۔

ان کے سب سے خاص اور عزیز شاگرد سلیم بن ایوب رازی ہیں۔ ان کا ذکر امام سبکی نے شیخ فقیہ فاضل کے الفاظ سے کیا ہے۔ سلیم رازی نے امام اسفرائنی سے اپنے تعلق کا ذکر خاص انداز میں کیا ہے کہ وہ بغداد میں کسی بزرگ کی خدمت میں جارہے تھے۔ راستہ میں امام اسفرائنی کی مجلس دیکھی تو سرراہ کچھ دیر کے لئے وہاں رک گئے۔ اس وقت کتاب الصیام کے مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کو یہ بحث اچھی لگی تو اسے قلم بند کرلیا۔ گھر آکر جب پھر ان کو دیکھا تو ان کو یہ اقوال اس قدر پسند آئے کہ انہوں نے مستقل انکی خدمت میں حاضری کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ امام اسفرائنی کے اقوال و تعلیقات کے سب سے بڑے راوی وہی ہوئے [2]۔

ان حضرات کے علاوہ حدیث میں ان سے سماعت و روایت کرنے والوں میں ابو محمد حسن بن محمد الخلال، ابو القاسم، عبدالعزیز بن علی الازجی، ابو منصور محمد بن احمد بن شعیب رویانی اور ابو الحسین احمد بن محمد العفور ہیں [3]۔

شعر و شاعری سے دلچسپی:

وہ شاعر تو نہیں تھے، مگر ذوق شعری سے بیگانہ بھی نہیں تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے [4]۔

لایغلون علیك الحمد فی ثمن   فلیس حمد وان اثمنت بالغال

الحمد یبقی علی الایام مابقیت   والدھریذھب بالاحوال والمال

ایک دوسری روایت کے مطابق قاضی ترمذی نے ان کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے تھے، اوپر گزر چکا ہے کہ ایک اور موقع پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے تھے۔

جفاء جری جھراً لدی الناس وانبسط   وعذراتی سراً فاکد ما فرط

ومن ظن ان یمحو جلی جفائه   خفی اعتذار فھو فی اعظم الغلط

۱۔ تہذیب الاسماء اللغات جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔
۲۔ روضات الجنات صفحہ ۴۸۔
۳۔ انساب جلد اول صفحہ ۳۴۔
۴۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔

ایک اہم واقعہ :

۳۹۸ھ میں بغداد میں شیعہ اور اہل سنت کے درمیان سخت کشیدگی پیدا ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ بعض شیعہ نے قرآن مجید کے ایک نئے نسخے کے متعلق کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف ہے اور یہی صحیح ہے، مذکورہ نسخہ قرآن مجید کے مروجہ نسخہ سے بالکل مختلف تھا۔ اہل سنت اسے دیکھ کر سخت ناراض ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فتنہ میں شدت آگئی۔ اس موقع پر تمام علماء اور قضاۃ ایک مجلس میں جمع ہوئے۔ انہوں نے اس معاملہ کا جائزہ لیا اور پھر فیصلہ کے لئے امام ابو حامد کے سامنے مصحف شیعہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسے دیکھ کر فیصلہ دیا کہ اسے جلادیا جائے۔ چنانچہ تمام لوگوں کی موجودگی میں اسے نذر آتش کردیا گیا۔ شیعہ یہ دیکھ کر مشتعل ہو گئے اور ان کے چند نوجوانوں نے ابو حامد کے گھر پر حملہ کردیا۔ وہ اگرچہ بچ گئے لیکن کچھ عرصہ کے لئے ان کو گھر چھوڑنا پڑا۔ حکومت نے جب اس فتنہ کو پوری طرح فرو کیا تو پھر وہ واپس گھر تشریف لائے[۱]۔

ایک وہم کا ازالہ :

علامہ شہرستانی نے کتاب الملل والنحل میں عہد اسلامی کے ان فلاسفہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حکمت کی کتابوں کو یونانی سے عربی میں منتقل کیا ہے اور جن کی زیادہ تر رائیں ارسطالیس کی رایوں کے موافق ہیں۔ ان میں حنین بن اسحٰق، ابو الفرج المضر، ابو سلیمان شجری، یحیٰی نحوی، یعقوب کندی، محمد بن معشر مقدسی، فارابی اور ابن سینا وغیرہ کے ساتھ ابو حامد احمد بن محمد اسفزاری کا نام بھی ہے۔ امام سبکی کے سامنے ایک نسخہ میں بجائے اسفزاری کے اسفرائنی لکھا تھا۔ جس سے بہتوں کو یہ وہم ہوا کہ یہ امام ابو حامد اسفرائنی ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ہمارے امام اسفرائنی کو فلسفہ سے کوئی مس نہ تھا۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اسفرائنی کی جگہ اسفزاری ہی صحیح ہے۔ یہ امام ابو حامد کے ہم نام شہر اسفزار سے تعلق رکھتے تھے جو ہرات اور سجستان کے درمیان واقع ہے۔ اس وہم کا ازالہ کے محقق ہو جانے کے بعد امام سبکی کو اطمینان ہوا[۲]۔

۱۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۶۔
۲۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۷۔

وفات :

تقریباً چالیس سال تک علم وفضل کی روشنی سے ایک عالم کو منور کرنے کے بعد یہ آفتاب علم قیامت تک کے لئے روپوش ہو گیا۔ ۷ا برس کی عمر سے انہوں نے اپنے علم کا فیض عام کرنا شروع کیا اور تادم آخر یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر بھی جب وفات کا وقت قریب آیا تو یہ بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہم تو ابھی متن بھی نہ سمجھ پائے تھے۔ ۱۹ شوال ۴۰۶ھ سنیچر کی شب میں ان کا انتقال ہوا۔ اگلے روز جبسر ابی الدین کے پیچھے ایک وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ میں شرکت کے لئے ایک خلقت امنڈ پڑی تھی۔ بے شمار لوگ تھے[۱]۔ اور شدت غم سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ بقول ابن ہدایہ تاریخ کے صفحات میں یہ دن لوگوں کی کثرت اور گریہ وبکا اور غم والم کی شدت کی وجہ سے یاد کیا جائے گا[۲]۔ اس کے ساتھ ہی امام اسفرائنی کی مقبولیت اور ان کی شخصیت کی محبوبیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم و فضل اور صفات حمیدہ کی بناء پر ہر خاص و عام کے دل میں جاگزیں تھے۔ امامت اب عبداللہ بن مہتدی (مہدی) خطیب جامع منصور نے کی۔ امام خطیب بغدادی بھی اس نماز میں شریک ہوئے۔ تدفین ان کے گھر ہی میں ہوئی۔ لیکن وجہ نہ معلوم ہو سکی کہ ایسا کیوں ہوا۔ پھر چار برس کے بعد ۴۱۰ھ میں مقبرہ باب حرب میں دوبارہ تدفین ہوئی۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ چار برس کے بعد بھی ان کی میت پر کسی قسم کی بوسیدگی کے آثار نہیں تھے۔ بقول امام یافعی اسے ان کے حق میں کرامت کا ظہور ہی کہیں گے[۳]۔

تصنیفات :

ہم امام سبکی کا یہ قول اوپر نقل کر چکے ہیں کہ تلامذہ کی کثرت، اقوال کی وسعت اور تصنیفات کی شہرت کے لحاظ سے امام ابن سریج کے بعد سرفہرست امام ابو حامد اسفرائنی ہیں۔ ان کی تصنیفات تعداد میں گرچہ نسبتاً کم ہیں تاہم شہرت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے وہ نہایت اہم ہیں۔ امام ابن خلکان نے لکھا کہ انہوں نے مختصر المزنی پر ایک تعلیق مرتب کی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے التعلیقہ الکبری اور کتاب البستان کا ذکر کیا ہے[۴]۔ صاحب العبر نے لکھا

۱۔ المنتظم جلد ۷، صفحہ ۲۷۸۔

۲۔ طبقات ابن ہدایہ صفحہ ۴۴۔

۳۔ مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۱۷۔

۴۔ وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۳۳۔

کہ ان کی تعلیق ۵۰ جلدوں میں ہے[۱]۔ اصول فقہ میں بھی ان کا ایک رسالہ تھا[۲]۔

تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حاجی خلیفہ چلپی نے التعلیقہ الکبری فی الفروع کے مکمل نام سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلک شافعی میں یہ عظیم کتاب ہے[۳]۔ اس اجمال کی شرح امام نووی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ جمہور فقہاء خصوصاً عراق و خراسان کے فقہائے شافعیہ کی کتابوں کا دارومدار امام اسفرائنی کی اسی تعلیق پر ہے جو کم و بیش پچاس جلدوں پر محیط ہے۔ اس میں اصول و فروع، فقہاء کے مسلک، ان کے مفصل دلائل اور اعتراضوں کے جواب پر مشتمل نہایت عمدہ بحثیں جمع کر دی گئی ہیں۔ بے شبہ اس جیسی کوئی اور کتاب نہیں ہے، یہ بے مثل ہے[۴]۔ البتہ اس کتاب کے چند نسخوں میں بعض مسائل کی عبارتوں میں باہم اختلاف تھا جن کو امام نووی نے شرح مہذب میں یکجا کر دیا تھا[۵]۔ یہی بات امام سبکی نے بھی لکھی ہے کہ انہوں نے دمشق کے مدرسہ ناصریہ کے کتب خانہ میں اس کتاب کے اکثر حصے سلیم رازی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھے تھے۔ جن پر امام بندنیجی کے ہاتھ کے تعلیقات بھی موجود تھے۔ کچھ اور بھی نسخے تھے جن میں قدرے تفاوت تھا[۶]۔ ابن شہبہ نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا کہ اس میں فقہاء کے اختلاف اور ان کے اقوال، مآخذ اور مناظرے جمع کئے گئے تھے[۷]۔

مختصر المزنی پر ان کی تعلیق کا ذکر کئی لوگوں نے کیا لیکن اس پر تبصرہ کسی نے نہیں کیا۔ البتہ امام ابو اسحاق شیرازی نے یہ ضرور لکھا کہ اس تعلیق پر بھی کئی اور تعلیقات لکھی گئیں[۸]۔

یہی حال کتاب البستان کا ہے جس کا پورا نام علامہ چلپی نے بستان فی النوادر والغرائب تحریر کیا ہے[۹]۔ صرف امام یافعی نے اتنا اور لکھا کہ یہ ایک مختصر حجم کی کتاب تھی۔ جس میں

۱۔ العبر فی خبر من غبر جلد سوم صفحہ ۹۲۔
۲۔ البدایہ والنہار جلد ۲۱ صفحہ ۳۔
۳۔ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۲۹۵۔
۴۔ تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔
۵۔ ایضاً
۶۔ طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۸۔
۷۔ طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۶۱۔
۸۔ طبقات شیرازی صفحہ ۱۰۳۔
۹۔ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۱۹۷۔

غرائب اقوال و مسائل تھے(۱)۔امام سبکی نے ایک کتاب رونق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کتاب بھی امام اسفرائنی سے منسوب ہے[۲]۔ علامہ چلپی نے مزید تصریح کرتے ہوئے لکھا کہ یہ امام محاملی کی مشہور کتاب الالباب کے طرز پر تھی۔ مختصر تھی اور اس میں فروع مسائل پر گفتگو تھی۔ لیکن یقین سے انہوں نے بھی اس کتاب کو ان سے منسوب نہیں کیا اور یہ لکھا کہ یہ ابو حاتم قزوینی کی تصنیفات میں بھی شمار ہوتی ہے اور یہ بات یوں بھی زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ابو حاتم قزوینی، امام محاملی کے شاگرد تھے اور رونق کے مسائل میں امام محاملی کا رنگ صاف نمایاں ہے[۳]۔ صاحب اعلام نے البتہ مطلقاً اسے امام اسفرائنی کی تصنیفات میں شمار کیا ہے[۴]۔

اصول فقہ میں ان کے رسالہ کا ذکر بعض جگہ ملتا ہے لیکن تفصیلات کہیں نہیں ملتیں، حتیٰ کہ کشف الظنون کے صفحات بھی اس کے ذکر سے خالی ہیں۔

مسائل و فوائد و غیرہ :

اس قدر اہم کتابوں کے مصنف ہونے کے باوجود ہم براہ راست ان کے علمی تبرکات کے استفادہ سے محروم ہیں کہ اب یہ کتب عموماً دستیاب نہیں۔ ممکن ہے کسی کتب خانہ میں ان کے نسخے محفوظ ہوں، لیکن سر دست وہ ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ امام سبکی نے حسب عادت ان کے چند اقوال و مسائل کو نقل کیا ہے جو زکوٰۃ، طلاق، عتاق اور باب الشہادت سے متعلق ہیں، لیکن وہ نہایت مختصر اور غیر اہم ہیں۔ اس لئے ان کو یہاں نقل کرنا غیر ضروری ہے۔

جہلم میں مجلہ فقہ اسلامی

جناب قاری محمد اجمل منصور صاحب سے حاصل کریں۔

دارالعلوم سلطانیہ O کالا دیو شریف O جہلم

۱۔ مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۱۵۔
۲۔ طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ و طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۲۸۔
۳۔ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۵۸۸۔
۴۔ اعلام جلد اول صفحہ ۶۵۔